

اسلام کا تصور عبادت

۲

ریاضات شاقہ

ہر قوم کے غالی مذہبی لوگوں کا یہ خیال رہا ہے کہ عبادت میں جتنی زیادہ جسمانی مشقتیں اٹھائی جائیں اور جسم کو اذیت میں مبتلا کیا جائے اتنا ہی زیادہ اللہ خوش اور راضی ہوتا ہے۔ اس سے پہلے عیسائی رہبان کی ریاضات شاقہ کا حال آپ پڑھ چکے ہیں۔ بعض مسلم صوفیاء بھی عیسائی رہبان کے نقش قدم پر چلے ہیں۔ لیکن اسلام کی تعلیم اس معاملے میں نہایت سادہ، آسان اور مطابق فطرت ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ . ”اور اس نے دین کے معاملے میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔“ (الحج: ۲۲: ۷۸)

ایک دوسری جگہ وضو اور تیمم کے ذکر کے بعد ارشاد ہوا ہے:

۴۲ ایک صوفی بزرگ بیس سال تک مستقل کھڑے رہے صرف نماز میں تشہد کے لیے بیٹھتے تھے۔ (کشف المحجوب ۲۹۲) سری ایک بڑے عبادت گزار صوفی گزرے ہیں۔ وہ اٹھانوے برس تک زندہ رہے اور سوائے مرض الموت کے کبھی لیٹے نہیں۔ (احیاء العلوم ۴/ ۳۴۹) ایک چشتی بزرگ خواجہ ابو محمد اپنے مکان کے ایک گہرے کنویں میں الٹا لٹک کر عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ (سیر الاولیاء ۴۰) مزید معلومات کے لیے قارئین ابن الجوزی کی کتاب ”تلیس ابلیس“ ملاحظہ کریں۔

”مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ“ (المائدہ ۵:۶)

”اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور تم پر اپنی نعمت تمام کرے تاکہ تم اس کے شکر گزار بنو۔“

ماہ صیام میں بیماری اور سفر کی حالت میں روزے کا حکم بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے:

”اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، تمہارے ساتھ سختی نہیں کرنا چاہتا۔ وہ تو چاہتا ہے کہ تم تعداد پوری کرو اور اللہ نے جو ہدایت تمہیں بخشی ہے، اس پر اس کی بڑائی کرو، اور تاکہ تم اس کے شکر گزار بنو۔“

”يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمْ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ“ (البقرہ ۲:۱۸۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعدد ارشادات میں صحابہ کو تلقین کی ہے کہ وہ دین میں میانہ روی اختیار کریں اور عبادت میں غیر ضروری مشقت سے کام نہ لیں کہ یہ عیسائی رہبان کا طریقہ ہے، فرمایا:

”ان الدين يسر، ولن يشاد الدين احد الا غلبه فسددوا وقاربوا وأبشروا“ (بخاری)

”دین آسان ہے، جو کوئی دین سے سختی میں مقابلہ کرے گا تو وہ اس پر غالب آجائے گا۔ پس راہ راست دکھاؤ، میانہ روی اختیار کرو اور خوش خبری دو۔۔۔ الخ۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ اشعری کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا تو دوسری باتوں کے علاوہ یہ نصیحت بھی کی:

”يسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا وتطاوعا ولا تختلفا“

”تم دونوں آسانی پیدا کرنا، تنگی پیدا نہ کرنا، خوش خبری دینا، نفرت نہ دلانا، اور خوشی سے ایک دوسرے کی تابع داری کرنا، اختلاف نہ کرنا۔“

آسانی اور سادگی ہی اسلام کی روح ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

”الا هلك المتنطعون، الا هلك المتنطعون“ (بخاری)

”سن لو، غلو کرنے والے ہلاک ہوئے، سن لو، غلو کرنے والے ہلاک ہوئے، سن لو، غلو کرنے والے ہلاک ہوئے۔“

۴۳ رواہ البخاری، کتاب الایمان، باب: الدین یسر۔

۴۴ رواہ البخاری، کتاب الایمان، باب: الدین یسر۔

ہلاک ہوئے۔“

اسلام میں وہی عبادت محمود ہے جو آسانی کے ساتھ، مگر پابندی سے کی جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
اڪلفوا من العمل ما تطيقون فان الله
لا يمل حتى تملوا، فان احب العمل
الى الله ادومه وان قل.^{۴۶}
”اتنے ہی کام کی تکلیف اٹھاؤ جس کو آسانی کر سکو
کیونکہ جب تک تم نہ اکتا جاؤ خدا نہیں اکتاتا۔ خدا
کے نزدیک سب سے پسندیدہ کام وہ ہے جو برابر
انجام پائے اگرچہ قلیل ہو۔“

حضرت عائشہ نے جب رسول اللہ کو بتایا کہ خولاء بنت ثویت نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ وہ رات بھر نہیں سوئے گی
اور عبادت کرے گی تو آپ نے فرمایا:

لا تنام الليل؟ خذوا من العمل ما
تطيقون، فوالله لا يسأم الله حتى
تسأموا.^{۴۷}
”رات میں نہیں سوئے گی؟ اتنا ہی عمل کرو جتنے کی
طاقت رکھتے ہو۔ خدا کی قسم اللہ نہیں اکتاتا جب تک
کہ تم نہ اکتا جاؤ۔“

انس روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک رسی دوستونوں کے درمیان
بندھی ہوئی ہے۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ زینب کی رسی ہے۔ دوران نماز جب وہ تھکن محسوس کرتی ہیں یا
وقفہ دینا چاہتی ہیں تو اس کو پکڑ لیتی ہیں۔ فرمایا، اس کو کھول دو۔ تم میں سے ہر شخص کو اس وقت تک نماز پڑھنا چاہیے
جب تک طبیعت میں تازگی محسوس ہو۔ جب تھک جاؤ یا وقفہ دینا چاہو تو بیٹھ جاؤ۔^{۴۸}

ایام جاہلیت میں مناسک حج کے اندر بعض باتیں رہبانیت کی داخل ہو گئی تھیں، جو دراصل عیسائی رہبان کے
اثرات کا نتیجہ تھیں۔ اسلام کے بعد بھی بعض لوگ ان اثرات سے آزاد نہیں ہو سکے تھے۔ چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر
کی بہن نے یہ نذر مانی کہ وہ پیدل چل کر حج کریں گی۔ عقبہ نے اس بارے میں رسول اللہ سے پوچھا تو آپ نے
فرمایا، خدا کو تمھاری بہن کی اس نذر کی ضرورت نہیں ہے۔ ان سے کہو کہ وہ سوار ہو کر حج کریں۔^{۴۹}

۴۵ رواہ مسلم و احمد و ابوداؤد۔

۴۶ ابوداؤد، باب: القصد فی الصلوٰۃ۔

۴۷ رواہ البخاری، باب: التہجد باللیل، باب: ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ۔

۴۸ ایضاً

۴۹ سنن ابی داؤد، کتاب الایمان والندور، باب: من رای علیہ کفارة اذا کان فی معصیۃ۔

آپ نے دیکھا کہ ایک شخص بڑھاپے کی وجہ سے چل نہیں سکتا، اس کے بیٹے دونوں طرف سے اس کو پکڑے ہوئے چلا رہے تھے۔ آپ نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس نے پیدل حج کی نیت کی ہے۔ فرمایا، خدا کو اس کی ضرورت نہیں کہ وہ اپنی جان کو عذاب میں ڈالے، اس کو سوار کر دو۔ اسی طرح ایک دفعہ آپ خطبہ دے رہے تھے تو دیکھا کہ ایک شخص چلچلاتی دھوپ میں ننگے سر کھڑا ہے۔ آپ نے پوچھا، یہ کون شخص ہے اور وہ کیوں دھوپ میں کھڑا ہے؟ صحابہ نے بتایا کہ اس کا نام ابو اسرائیل ہے۔ اس نے نذر مانی ہے کہ وہ کھڑا رہے گا، بیٹھے گا نہیں اور نہ سایہ میں آرام کرے گا اور نہ بات کرے گا اور برابر روزے رکھے گا۔ آپ نے فرمایا، اس سے کہو کہ باتیں کرے، بیٹھے، سایہ میں آرام کرے اور اپنا روزہ پورا کر لے۔^{۵۱}

عمار بن یاسر بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ نہایت گرمی کے دنوں میں سفر شروع ہوا تھا۔ راستے میں ہم ایک جگہ ٹھہرے۔ ہم میں سے ایک شخص نکلا اور جلدی سے درخت کے سائے میں چلا گیا۔ دوسرے لوگ تو درخت کے سائے میں آرام کر رہے تھے اور وہ اس طرح سویا ہوا تھا جیسے اذیت میں مبتلا ہو۔ رسول اللہ نے دیکھا تو پوچھا تمہارے ساتھی کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا، وہ روزے سے ہے۔ آپ نے فرمایا:

لیس من البر ان تصوموا فی السفر
وعلیکم بالرخصة التي رخص الله
لکم فاقبلوها۔^{۵۲}

یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ تم سفر میں روزہ رکھو، اللہ کی دی ہوئی رخصت کو لازم جانو اور اس پر عمل کرو۔“

حضرت انس سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ہم میں روزہ دار بھی تھے اور بے روزہ دار بھی۔ ہم نے ایک منزل پر قیام کیا۔ دن نہایت گرم تھا۔ جو روزہ دار تھے وہ تو زمین پر پڑ رہے اور جو لوگ روزہ سے نہیں تھے انھوں نے خیمے نصب کیے اور جانوروں کو پانی پلایا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ نے فرمایا:

ذهب المفطرون اليوم بالآخر۔^{۵۳}

”آج اجر میں بے روزہ دار بازی لے گئے۔“

ابوداؤد روایت کرتے ہیں کہ وہ اور ان کے والد حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ امارت میں انس بن مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت وہ نماز پڑھ رہے تھے، نہایت ہلکی نماز گویا کہ مسافر کی نماز ہو۔ جب انھوں نے

۵۰ ایضاً، مزید دیکھیں بخاری، کتاب الایمان والندور، باب: النذر فیما لا یملک و فی معصیۃ۔

۵۱ صحیح بخاری، کتاب الایمان والندور، باب: النذر فیما لا یملک و فی معصیۃ۔

۵۲ رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن۔

۵۳ رواہ احمد و مسلم و ابوداؤد۔

سلام پھیرا تو والد نے پوچھا: اللہ آپ پر رحم کرے، کیا یہ فرض نماز تھی یا نفل؟ انھوں نے کہا، یہ فرض نماز تھی، اور یہ رسول اللہ کی نماز تھی۔ میں نے اس میں کوئی خطا نہیں کی ہے بجز بھول چوک کے۔ رسول اللہ فرماتے تھے:

لا تشددوا علی انفسکم فشدد
علیکم، فان قومًا شددوا علی انفسهم
فشد اللہ علیهم، فتلك بقایا هم فی
الصوامع والدیار: رهبانۃ ابتدعوها ما
کتبنا علیهم... الخ^{۵۴}

”اپنی جانوں پر سختی نہ کرو کہ وہ تم پر سختی کرے۔ ایک
قوم نے اپنے نفوس پر سختی کی تو اللہ نے ان پر سختی فرمائی۔
یہ صومعے اور خانقاہیں ان ہی کی یادگار ہیں۔ پھر (سورہ
حدید کی) یہ آیت پڑھی: رهبانۃ ابتدعوها... الخ۔“

انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ معاذ بن جبل ایک قبیلے کے امام تھے۔ حرام (ابن ملحان) نماز سے فارغ ہو کر اپنے باغ کو سینچنا چاہتے تھے۔ چنانچہ وہ لوگوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے اور نماز میں شریک ہو گئے، لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ معاذ نماز کو طول دے رہے ہیں تو وہ نماز مختصر کر کے اپنے باغ میں چلے گئے تاکہ اس کو سینچیں۔ جب معاذ نے نماز ختم کی تو انھیں یہ بات بتائی گئی۔ یہ سن کر انھوں نے کہا کہ وہ منافق ہے۔ کیا وہ باغ کو سینچنے کے لیے نماز میں عجلت کرتا ہے۔ جب حرام کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے (اور معاذ بھی آئے) اور کہا: اے اللہ کے نبی، میرا ارادہ یہ تھا کہ اپنے باغ کو سینچوں۔ چنانچہ میں مسجد میں آیا تاکہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھوں، لیکن جب انھوں نے (معاذ) کے نماز کو طول دیا تو میں اپنی نماز مختصر کر کے باغ میں چلا گیا تاکہ اسے سینچوں۔ انھوں نے اس سے یہ سمجھ لیا کہ میں منافق ہوں۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کی طرف دیکھا اور فرمایا، کیا تو فتنہ پھیلانے والا ہے، کیا تو فتنہ پھیلانے والا ہے؟ (أفتان أنت، أفتان أنت) ان کو لمبی نماز نہ پڑھایا کرو۔ سُبْح اسم ربك الاعلیٰ اور و الشمس وضحاها وغیرہ پڑھایا کرو۔^{۵۵}

دیکھیں کہ ایک شخص طول نماز کی وجہ سے اپنی نماز مختصر کر کے جماعت سے الگ ہو جاتا ہے، لیکن رسول اللہ اس کو ذرا بھی ملامت نہیں کرتے، بلکہ الٹا حضرت معاذ بن جبل جیسے صحابی کو تنبیہ فرماتے ہیں اور یہ سخت الفاظ ارشاد فرماتے ہیں: أفتان أنت، أفتان أنت؟

^{۵۴} سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب: فی الحد۔

^{۵۵} رواہ احمد باسناد صحیح۔ یہ قصہ صحیحین وغیرہ میں بھی لفظی فرق کے ساتھ مذکور ہے۔ دیکھیں بخاری، باب: اذا طول الامام وکان للرجل حاجة۔

اس واقعے سے صاف طور پر دین اسلام کا مزاج معلوم ہو جاتا ہے۔ اور وہ مزاج یہ ہے کہ عبادت میں غلو سے پرہیز کیا جائے۔ اللہ کو اپنے بندوں سے جسمانی ریاضتیں نہیں، تقویٰ مطلوب ہے۔ یہ غلو ہی تو تھا جس نے ماضی میں قوموں کو ہلاک کیا ہے، ابن عباس فرماتے ہیں:

ایاکم والغلو، فان اهلك من كان
قبلکم الغلو۔^{۵۶}
”غلو سے بچو، تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان کو
غلو ہی نے ہلاک کیا۔“

اشکال و رسوم عبادت

ہر قوم میں عبادت کے کچھ طریقے اور مراسم مقرر ہیں جن کی لوگ دوران عبادت پابندی کرتے ہیں۔ یہ طریقے اور رسمیں مقصود عبادت یعنی خدا کی یاد اور اس کی اطاعت و بندگی کے اظہار کے لیے مقرر کی گئی تھیں۔ لیکن امتداد زمانہ کے ساتھ عبادت کے اشکال و مراسم ہی کو اصل اہمیت حاصل ہو گئی اور مقصود عبادت نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ یہ بھی ہوا ہے کہ اشکال عبادت کے اختلاف کی وجہ سے مذہبی نزاعات پیدا ہوئے، ایک قوم نے دوسری قوم کو گم راہ قرار دیا اور بسا اوقات نوبت جدال تک پہنچ گئی۔ آج بھی مختلف قوموں کے درمیان مذہبی اختلافات کی ایک بڑی وجہ عبادت کے اشکال و اعمال کا اختلاف ہی ہے۔

ماضی میں یہود و نصاریٰ نے اس معاملہ میں کافی غلو کا مظاہرہ کیا ہے۔ قبلہ عبادت کے مختلف ہونے کی وجہ سے ایک نے دوسرے کو گم راہ اور بے دین قرار دیا اور باہم اختلاف و نزاع کی آگ اس شدت کے ساتھ بھڑکی کہ ان کے عبادت خانے بھی اس کے شعلوں سے محفوظ نہ رہے۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر ان لفظوں میں ہوا ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ خَرَابَهَا
”اور ان سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مساجد میں اس کے ذکر سے روکیں اور ان کی ویرانی کے درپے ہوں۔ ان کے لیے زیبا نہ تھا کہ ان میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔ ان کے لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بڑی سزا ہے۔ مشرق ہو یا مغرب، دونوں اللہ ہی کے ہیں تو جدھر بھی رخ کرو اسی طرف اللہ موجود ہے۔ اللہ وسعت والا اور علم والا ہے۔“
أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ. وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُولَّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ. (البقرہ ۲: ۱۱۴-۱۱۵)

۵۶ رواہ مسلم۔

یہود نے اس کوتاہ اندیشی اور ظاہر پرستی کا مظاہرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی اس وقت کیا جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ انھوں نے اس تبدیلی پر کافی شور و غوغا برپا کیا۔ ان نادانوں کو بتایا گیا کہ سمت قبلہ کا اختلاف دین میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا، اصل اہمیت نیکی کو حاصل ہے اور یہی اس کا مغز و جوہر ہے اس لیے اس کے حصول میں مسابقت کی جائے۔ قرآن کے الفاظ ہیں: وَلِكُلِّ وَجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيُّهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ. (البقرہ ۲: ۱۴۸) اسی سورہ میں آگے چل کر اس حقیقت کو ان لفظوں میں مزید واضح کیا گیا ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قَبْلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ. (البقرہ ۲: ۱۷۷)

”نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کر لو یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر، روز آخرت پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان رکھے۔ اور مال کی حاجت و محبت کے باوجود اس کو رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والوں کو دے۔ نیز گروں چھڑانے میں خرچ کرتا ہو اور نماز قائم کرتا ہو اور زکوٰۃ دیتا ہو، اور جو لوگ عہد کر لینے کے بعد عہد کو پورا کرتے ہوں، اور تنگ دستی، بیماری اور جنگ میں ثابت قدم رہتے ہوں۔ ایسے ہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ فی الواقع خدا ترس ہیں۔“

دوسری قوموں کی طرح مشرکین عرب بھی مذہبی اعمال و رسوم کی پیروی کو مقصود عبادت سمجھتے تھے۔ چنانچہ دستور کے مطابق وہ حج سے واپسی پر اپنے گھروں میں پیچھے سے داخل ہوتے اور اس کو ایک بڑی نیکی خیال کرتے تھے۔ قرآن نے اس رسم کو بے فائدہ قرار دیا اور بتایا کہ نیکی دراصل تقویٰ ہے:

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اتَّقَىٰ وَآتَى الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. (البقرہ ۲: ۱۸۹)

”نیکی یہ نہیں ہے کہ تم گھروں میں پیچھے سے آؤ، بلکہ نیکی اس شخص کی ہے جس نے تقویٰ اختیار کیا، اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا کرو۔ اللہ کی نافرمانی سے بچو تا کہ تم کو فلاح حاصل ہو۔“

ایام حج میں عرفات سے واپسی کے بعد حجاج منیٰ میں قیام کرتے ہیں۔ اس قیام کی مدت میں اختلاف ہوا تو فرمایا

گیا:

وَ اذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَىٰ وَ اتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ.

”اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ کو یاد کرو، جو شخص دو دنوں میں اٹھ کھڑا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو ٹھہرا رہے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ یہ رعایت ان کے لیے ہے جو تقویٰ کا لحاظ رکھتے ہوں۔ اللہ کی نافرمانی سے بچو اور جان لو کہ تم اس کے حضور میں اکٹھے کیے جاؤ (البقرہ ۲: ۲۰۳)“

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ اسلام عبادت کے اشکال و مراسم کی بجا آوری کا حکم تو دیتا ہے کہ ان کے بغیر عبادت کی ادائیگی ممکن نہیں ہے، لیکن وہ اس میں غلو کو پسند نہیں کرتا کہ یہ چیز عبادت گزار کو مقصود عبادت سے، جو دراصل نیکی اور تقویٰ ہے، غافل کر سکتی ہے۔ اگر مقصد عبادت حاصل نہ ہو تو مجرد عبادت کے ظاہری اعمال و رسوم کی ادائیگی سے کوئی فائدہ نہ تو اس دنیا میں حاصل ہوگا اور نہ ہی آخرت میں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بھی واضح کیا کہ ظواہر عبادت میں غلو کوئی پسندیدہ چیز نہیں، بلکہ منافی عبادت ہے۔ عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جمرہ کے پاس اس حال میں دیکھا کہ لوگ آپ سے مسائل پوچھتے جاتے تھے۔ ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ میں نے رمی کرنے سے پہلے قربانی کر لی۔ آپ نے فرمایا، اب رمی کر لو، اس میں کچھ حرج نہیں (رم ولا حرج فیہ) دوسرے نے کہا، یا رسول اللہ میں نے قربانی سے پہلے سرمند والیا۔ آپ نے فرمایا، اب قربانی کر لو، اس میں کچھ حرج نہیں (انحر ولا حرج) پس آپ سے جس چیز کی بابت پوچھا گیا، خواہ وہ مقدم کی گئی ہو یا موخر، تو آپ نے یہی فرمایا کہ اب کر لو کوئی حرج نہیں۔ (افعل ولا حرج فیہ)

مناسک حج میں تقدیم و تاخیر سے متعلق ایک دوسری روایت ملاحظہ ہو:

عن اسامة بن شريك، قال خرجت مع رسول الله حاجا فكان الناس ياتون، فمن قال يا رسول الله سعيت قبل ان

”اسامہ بن شریک کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لیے نکلا۔ پس لوگ آپ کے پاس آتے، کوئی کہتا یا رسول اللہ میں نے طواف سے پہلے

۵۷ بخاری و مسلم، مزید دیکھیں، کتاب العلم لابن عبد البر، ۲۴/۱۔ (رقم ۱۲۷)

اطوف او اخرت شیئا، فکان یقول لا
 سچی کر لی، کوئی کہتا، میں نے فلاں چیز پہلے کر لی اور
 حرج الا علی رجل افترض عرض
 فلاں چیز بعد میں کی۔ آپ ان کو جواب دیتے، اس
 مسلم وهو ظالم فذلك الذی حرج
 میں کوئی حرج نہیں۔ حرج کی بات اور ہلاک کرنے
 والی بات تو یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی
 وھلک۔^{۵۸}
 عزت پر حملہ کرے۔“

معلوم ہوا کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں پر جو عبادات فرض کی ہیں ان میں اصل اہمیت اعمال و رسوم کو نہیں،
 بلکہ اس کی روح یعنی تقویٰ کو حاصل ہے۔

عبادات کی غایت

اسلام میں جو چار عبادتیں (نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج) فرض ہیں ان کا مقصود، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، تقویٰ ہے یعنی
 دل کی کامل رضا مندی سے اللہ کی فرماں برداری۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ خدا کی اطاعت و بندگی کی راہ میں سب سے
 بڑی رکاوٹ خود آدمی کا نفس اور اس کی متلون خواہشات ہیں۔ یہ خواہشات بڑی سرکش اور منہ زور واقع ہوئی ہیں۔
 اگر آدمی ہمہ وقت بیدار اور ہشیار نہ ہو اور ان بے عنال خواہشات کو مغلوب کر کے نہ رکھے تو یہ نہایت آسانی کے ساتھ
 قلب و دماغ پر اپنا غلبہ و تسلط جمالیتی ہیں۔ اس غلبہ کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خود اس کا نفس ہی اس کا معبود بن جاتا
 ہے اور وہ خواہشات نفسانی کی پیروی میں ہمہ تن مصروف ہو جاتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے:
 أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ .
 ”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات
 (الجامیۃ ۲۵: ۲۳) نفس کو ہی اپنا معبود بنا لیا ہے۔“

اسلامی عبادات کی سب سے بڑی غرض یہی ہے کہ مومن ہواے نفس پر قابو یافتہ ہو اور خواہشات کی اطاعت و
 غلامی کے بجائے خدائے واحد کی دل سے فرماں برداری کرے اور کسی حال میں اس کے حکم سے روگردانی نہ کرے،
 دوسرے لفظوں میں تقویٰ کی زندگی گزارے۔ مختلف عبادات کے ذکر میں اس حقیقت کو نمایاں طور پر بیان کیا گیا
 ہے۔ مثلاً نماز کے ذکر میں ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا
 ”پھر ان کے بعد ایسے لوگ ان کے جاں نشین
 الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسُوفَ
 ہوئے جنہوں نے نماز ضائع کر دی اور خواہشات نفس

کی پیروی کی۔ یہ لوگ عنقریب اپنی گم راہی کے انجام سے دوچار ہوں گے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ترک نماز کا لازمی نتیجہ اتباع شہوات ہے اور اسی سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ قیام نماز کا ایک بڑا مقصد نفس کے غلبہ کو توڑنا ہے۔ فرمایا گیا ہے:

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ. (عنکبوت ۲۹: ۴۵)

”بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔“

زکوٰۃ کے ذکر میں ارشاد ہوا ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى. (اس (نار جنم) سے اس خدا ترس کو محفوظ رکھا جائے گا جو اپنا مال اس لیے دیتا ہے کہ وہ پاک ہو جائے۔“ (اللیل ۹۲: ۱۸)

اوپر کی آیت میں جس پاکیزگی کا ذکر ہے اس سے مراد بخل اور حرص مال کی گندگی سے نفس کا پاک ہونا ہے:

وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ. (التغابن ۶۴: ۱۶)

”اور جو شخص حرص نفس کی آلودگی سے محفوظ رکھا گیا تو ایسے ہی لوگ فلاح پائیں گے۔“

روزہ کے بیان میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ. (البقرہ ۲: ۱۸۳)

”اے ایمان والو، تم پر اسی طرح روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں پر وہ فرض تھے تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔“

حج کے ذکر میں ہے:

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ. (الحج ۲۲: ۳۷)

”اور اللہ کو نہ جانوروں کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون، اس کے پاس جو چیز پہنچتی ہے وہ صرف تمہارا تقویٰ ہے۔“

مشرکین عرب کے یہاں یہ دستور تھا، اور یہود میں بھی یہ رسم مروج تھی کہ وہ جانوروں کی قربانی کر کے اس کا خون عبادت گاہ پر چھڑکتے اور اس کے گوشت کو مذبح پر جلا کر اس کی خوش بو کو خدا تک پہنچاتے اور یہ گمان کرتے کہ خدا اس عمل سے خوش ہوتا ہے اور ان کے گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ انھیں بتایا گیا کہ قربانی کا مقصد ان ظاہری اعمال و رسوم کی انجام دہی نہیں، بلکہ اس کا اصل مقصد تقویٰ ہے، یعنی اللہ نے جانوروں کی شکل میں جو نعمت ان کو بخشی ہے اس

پراس کا شکر بجالائیں اور اس کے نام پر ان کو ذبح کریں تاکہ دلوں سے مال کی محبت نکلے اور فاقہ کشوں کی بھوک مٹانے کا سامان ہو۔

اسلام کے تصور عبادت کی اس تفصیل و توضیح سے قارئین کو معلوم ہو گیا کہ دوسرے مذاہب کے مقابلے میں اس کا تصور عبادت زیادہ جامع اور ہمہ گیر ہے۔ یہ ایک موحدانہ تصور عبادت ہے جس میں شرک کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ اس میں عبادت کے اشکال و مراسم کے بجائے اس کی روح و کنہ (تقویٰ) کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں عبادت کے راہبانہ تصور کی مکمل طور پر نفی کی گئی ہے اور دین و دنیا کی تفریق کے قدیم مذہبی تصور کو ختم کر کے ہر اس کام کو، خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی، عبادت قرار دیا گیا جو خدا کے حکم کے مطابق اس کی رضا کے لیے کیا جائے۔ دوسرے لفظوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد، دونوں پر عبادت کا اطلاق کیا گیا اور ان کو مناسب اہمیت دی گئی ہے۔

لیکن اس تلخ حقیقت کو تسلیم کرنا ہو گا کہ اسلام کا یہ وسیع تصور عبادت اب خود مسلم معاشرہ میں ایک اجنبی چیز بن چکا ہے۔ مسلمانوں نے یہود و نصاریٰ کی پیروی میں عبادت کو رسمی پرستش اور اس کے چند ظاہری اعمال و رسوم کی انجام دہی تک محدود کر دیا ہے۔

معاملات زندگی میں خدا کی فرماں برداری اس کے دائرہ سے خارج ہے۔ غربا و مساکین کی خبر گیری سے، جسے اسلام میں عبادت کا درجہ حاصل ہے، اکثر مسلمان بالکل غافل ہیں۔ اس سے بھی زیادہ افسوس ناک بات ان کا غیر موحدانہ رویہ ہے۔ بہت سے مسلمان نمازیں پڑھتے ہیں، مگر بزرگان دین کے مزارات پر جا کر وہاں سجدے بھی کرتے ہیں اور ان کو کارساز سمجھ کر حاجت روائی کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ اس سے بڑی توہین عبادت اور کیا ہو گی۔ مختصر یہ کہ عبادت اب ایک رسمی عمل ہے اور اس کا مقصد صرف حصول ثواب ہے نہ کہ تقویٰ اور تزکیہ نفس۔